سوال

(25) الاستفتاء شق صدر

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں آنحضرت ﷺ کا شق صدر کس کس مقام پر اور کتنی مرتبہ ہوا؟ احادیث نبویہ کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اقول وباللہ التوفیق! شق صدر کے متعلق احادیث اور روایات کے تتبع اور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر شق صدر کی کیفیت کوئی پانچ مرتبہ گزری ہے۔ چنانچہ ان احادیث کو محدثین اور سیرت نگاروں نے مع جرح و تعدیل اپنی اپنی تالیفات میں نقل فرمادیا ہے۔ چنانچہ طالب تفصیل کو مواہب، زرقائی، مسن احمد، ابوداوٗد، طیالسی، دارمی، دلائل ابونعیم، دلائل بیهقی، ابن عساکر، سنن دارمی، مجمع الزوائد، زادالمعاد، فتح الباری، طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام، روض الانف، کنزالعمال کی طرف مراجعت کرنی ہوگی۔ اردو خواں حضرات سیرت النبی ﷺ از سید سلیمان ندوی جلد 3 کا مطالعہ کریں۔ تاہم قدرے تفصیل پیش خدمت ہے:

1۔ پہلی مرتبہ آپ کا شق صدر اس وقت ہوا جب آپ ﷺ کی عمر شریف پانچ سال کی تھی اور آپ مائی حلیمہ سعدیہ کے ہاں پرورش پا رہے تھے۔

2۔ دوسری بار جب آپ کی عمر شریف دس برس کی تھی۔

3۔ جب آپ بیس سال کے تھے۔

4۔ آغاز نبوت کے زمانہ میں۔

5۔ جب آپ کو معراج کرائی گئی۔

دوسری، تیسری اور چوتھی دفعہ والی احادیث انتہائی کمزور اور ارباب جرح و تعدیل نے ان پر تنقید فرمائی ہے۔ بہر حال دس سال میں شق صدر والی روایت یہ ہے:

((عن أبي بن کعب عن أبي هريرة قال يا رسول الله ما أول ما رأيت من أمر النبوة فاستوی رسول الله صلی الله عليه وسلم جالسا وقال لقد سألت يا أبا هريرة إني لفي صحراء ابن عشرين سنة وأشهر إذا بکلام فوق رأسي وإذا برجل يقول لرجل أهو هو فاستقبلاني بوجوه لم أرها لخلق قط وثياب لم أرها علی أحد قط فأقبلا إلی يمشيان حتی أخذ کل واحد منهما بعضدي لا أجد لأخذهما مسا فقال أحدهما لصاحبه

أضجعه فأضجعاني بلا قصر ولا هصر أي من غير إتعاب فقال أحدهما لصاحبه أفلق صدره ففلقه فيما أرى بلا دم ولا وجع فقال له أخرج الغل والحسد فأخرج شيئا كهيئة العلقة ثم نبذها فطرحها فقال له أدخل الرأفة والرحمة فإذا مثل الذي أخرج أي ليدخله شبه الفضة ثم نقر إبهام رجلي اليمنى وقال أغدو اسلم فرجعت أغدو بها رأفة على الصغير ورحمة على الكبير رواه عبد الله ورجاله ثقات و ثقهم ابن حبان))(مجمع الزوائد)

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ نبوت کے ابتدائی نشان کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ابوہریرہ کے جواب میں فرمایا تھا کہ دس برس اور چند مہینوں کا تھا کہ میدان میں دو فرشتے میرے سر پر آئے ایک کہنے لگا یہی ہمارا مطلب ہیں ؟ دوسرے نے کہا : ہاں !وہ دونوں بڑے خوش شکل بڑے معطر اور خوش لباس تھے اور پھر انہوں نے اس طرح میرے ہاتھ پکڑے کہ مجھے پتا بھی نہیں چلا ، پھر انہوں نے بلاتشدد مجھے زمین پر لٹا دیا اور میرا سینہ چاک کیا کہ نہ خون نکلا اور نہ ہی تکلیف محسوس ہوئی ۔ ایک نے اپنے ساتھ سے کہا کہ سینہ سے حسد اور کینہ نکال لیجیے تو اس نے خون کا سا لوتھڑا نکال کر پھینک دیا تو دوسرے ساتھی نے کہا کہ حسد اور کینہ کی جگہ آپ کے سینہ مبارک میں رحمت شفقت رکھ دیجیے ۔ چنانچہ اس نے کوئی نقرئی ہر چیز میرے سینہ پر چھڑک دی ۔''

اس روایت کو سند کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے ۔ سلیمان فرماتے ہیں ، زوائد مسند احمد ، ابن حبان ، حاکم ، ابن عساکر اور ابو نعیم میں یہ حدیث موجود ہے ۔ لیکن ان کتابوں کی مرکزی سند یہ ہے : معاذ بن محمد بن معاذ بن محمد بن ابی کعب عن ابیہ محمد عن جدہ معاذ بن محمد عن ابی کعب – کنز الاعمال ص 96 ، ج 6 ، باب الاعلام النبوۃ یہ سند سخت ضعیف اور مجہول راویوں پر مشتمل ہے ۔ چنانچہ محدث علی بن مدینی کتاب العلل میں فرماتے ہیں : '' حدیث مدنی واسنادہ مجہول کلہ لا نعرف معاذ ولا اباہ ولا جدہ '' .

کہ '' یہ مدنی حدیث ہے اور اس کی پوری حدیث مجہول راویوں پر مشتمل ہے ، نہ تو ہمیں معاذ کا علم ہے کہ وہ کون ہے ؟ نہ اس کے باپ محمد کو اور نہ اس کے دادا معاذ کو ہم جانتے ہیں ۔

اور ابو نعیم نے لکھا ہے :

ہذا الحدیث تفرد بہ معاذ بن محمد و تفرد بذکر السند الذی شق فیہ عن قلبہ (دلائل النبوۃ ص : 71)

کہ '' معاذ بن محمد اس حدیث میں منفرد ہے ۔ اس کے سوا دس سال میں شق صدر کو کسی نے بیان نہیں کیا ۔ ''

اور کنز الاعمال میں بھی اس حدیث کو ضعیف لکھا گیا ہے لہذا یہ صحیح ثابت نہ ہو سکا ۔

2 ۔ بیس سال کی عمر شق صدر کا واقعہ جن روایات میں مذکورہ ہے وہ ضعیف ہیں اور ان کی مرکزی سند بھی معاذ بن محمد بن معاذ ہی ہے جیسے کنز الاعمال میں یہ سند مذکور ہے ۔ اور سید سلیمان فرماتے ہیں کہ بیس برس کی عمر میں شق صدر کی روایت محدثین اور ارباب سیر کے نزدیک صحیح نہیں ہے ۔

3 ۔ آغازِ وحی کے موقع پر شقِ صدر کی حقیقت :

دلائل ابو نعیم ، دلائل بیہقی ، مسند حارث اور مسند طیالسی میں کچھ روایات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں ، جن میں آغازِ وحی کے موقع پر بھی شق صدر کا واقعہ مذکور ہے مگر یہ روایتیں بوجوہ قابل قبول نہیں :

1 ۔ آغازِ وحی والی حدیث صحیح بخاری ، صحیح مسلم ، مسند احمد بن حنبل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سب سے زیادہ مفصل ، صحیح اور محفوظ بیان ہوئی ہیں ۔ مگر ان میں آغازِ وحی اور غار حرا میں جبریل امین کی پہلی آمد پر شق صدر کا کچھ ذکر نہیں ۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مفصل اور اصح حدیث میں شق صدر کا مذکور نہ ہونا اس واقعہ کی بے اعتباری ثابت کرتا ہے ۔

2 ۔ ان روایات کے عدم قبول کی وجہ ثانی یہ ہے کہ ابوداوٗد طیالسی ، مسند حارث ، دلائل نبوت ، بیہقی ، دلائل ابو نعیم کی مرکزی سند ابو عمران الجونی ہے اور وہ سخت ضعیف ہے ۔

پوری سند یہ ہے :

ابو داؤدقال حماد بن سلمة قال اخبرني ابو عمران الجوني عن رجال عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکف ہو وخدیجة شہرا بحراء فوافق شہر رمضان نخبط جبریل الی الارض وبقیٰ میکائیل بین السماء والارض قال فاخذني جبریل فصلقني علاوة القفاشق عن بطني فاخرج منہ ماشاء اللہ ثم غسلہ فی طست من ذہب ثم کفاني کما یکفأ الاناء ثم ختم فی ظہري حتی وجدت مس الخاتم (طیالسی ص: 215، 216، مرویات عائشة)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مہینہ غار میں بطور اعتکاف ٹھہرے کہ رمضان آگیا حضرت جبرئیل زمین پر تشریف لائے جب کہ حضرت میکائیل فضا میں رہے۔ چنانچہ جبرئیل آئے مجھے گردن کے بل لٹایا اور میرا سینہ چاک کیا، کوئی چیز باہر نکالی اور اس کو سونے کی طشتری میں دھویا اور پھر میری پشت پر ختم نبوت کی مہر کنندہ کی جسے میں نے محسوس کیا۔''

آپ نے ملاحظہ فرمایا، اس سند میں ایک راوی ابو عمران الجونی ہے جس کے شیخ کا کچھ پتا نہیں کہ وہ کون ہیں؟ تاہم ابوداؤد طیالسی اور ابو نعیم ابو عمران الجونی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان والا شخص یزید بن بانیوس ہے۔ مسند ابوداؤد طیالسی ص 217 اور دلائل ابو نعیم ص 69 پر مذکور ہے، اگر یہ راوی یزید بن بانیوس نہیں ہے تو پھر یہ سند منقطع ہے جو قابل حجت نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ راوی وہی ہے تو سخت شیعہ اور قاتل حضرت علی ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے :

ماحدث عنہ سوی ابی عمران الجوني قال الدولابي وہومن الشیعة الذین قاتلوا علیاً ونقل ابن القطان ہذا القول عن البخاري فیہ قال ابوداؤد کان شیعیاً قال ابن عدی احادیثہ مشاہیر وقال الدارقطنی لاباس بہ (دلائل النبوة ص: 71)

''یعنی یزید بن بانیوس سے روایت کرنے میں ابو عمران الجونی متفرد ہے۔ علامہ دولابی کہتے ہیں کہ یہ یزید ان شیعوں میں سے ہے جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ امام یحیی بن القطان نے اس کے متعلق یہ قول امام بخاری سے بھی نقل کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے بھی اس کو شیعہ قرار دیا ہے تاہم اور دارقطنی نے اس کی قدرے توثیق کی ہے، مگر تعدیل پر جرح مقدم ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ شق صدر کا یہ واقعہ بھی صحیح نہیں۔

4۔ حضرت حلیمہ کے ہاں عہد طفولیت میں شق صدر

اب رہ گئیں وہ روایات واحادیث جن میں حلیمہ سعدیہ کے ہاں قیام کے زمانہ میں شق صدر کا ذکر خیر ہے۔ اس سلسلہ میں آٹھ سندیں مختلف طریقوں سے صحابہ کرام تک جا پہنچتی ہیں ان میں صرف دو سندیں صحیح ہیں اور باقی ضعیف ہیں۔

الف : پہلی سند اور اس کی حقیقت :

یہ سند اس طرح ہے کہ : جہم بن ابی جہم عبداللہ بن جعفر سے اور وہ خود حلیمہ سعدیہ سے راوی ہیں۔ یہ حدیث سند ابن اسحاق اور دلائل ابو نعیم میں ہے۔ جہم بن ابی جہم مجہول ہے اور عبداللہ بن جعفر کی حلیمہ سعدیہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے اور ابن اسحاق جہم بن ابی جہم کا شک ظاہر کرتا ہے۔ اس نے کہا : عبداللہ بن جعفر نے خود مجھ سے کہا یا ان سے سن کر کسی اور نے مجھ سے کہا۔ ابو نعیم میں گو یہ شک مذکور نہیں ہے بلکہ وہ تصریحاً عبداللہ بن جعفر کا نام لیتا ہے، مگر اس میں اس کے نیچے کے راوی مجروح ہیں۔ (سیرت النبی سید سلیمان ندوی ص: 334، ج3، البدایہ والنہایہ، ج2 ص: 273، سیرت ابن ہشام، ص: 164.)

1....قال ابن إسحاق حدثني جہم ابن أبي الجہم مولی لامرأة من بني تمیم، کانت عند الحارث بن حاطب، وکان یقال : مولی الحارث بن حاطب، قال : حدثني من سمع عبد اللہ بن جعفر بن أبي طالب یقول : حدثت عن حلیمة

ب۔ دوسری سند واقدی کی ہے۔ ابن سعد نے اس کی سند کویوں بیان کیا ہے :

"اخبرنا محمد بن عمر عن اصحابہ مکث عنھم سنقین حتی فطم وکانہ ابن اربع سنین"

یہ سند بھی ضعیف ہے اوراس کی دووجہیں ہیں :

وجہ اول

محمد بن عمر واقدی ضعیف بلکہ بقول بعض کذاب ہے :

قال احمد بن حنبل ہو کذاب یقلب الاحادیث قال ابن معین لیس بثقۃ وقال مرۃ لایکتب حدیثہ قال البخاری وابوحاتم متروک وقال ابوحاتم ایضاً والنسائی یضع الحدیث (میزان الاعتدال ج:3ص:663، تحفۃ الاحوذی)

''بقول امام احمد واقدی کذاب ہے،یحیی بن معین نے ضعیف کہا ہے۔ امام بخاری اورابوحاتم نے اس کو متروک قراردیا ہے۔ ابوحاتم اورنسائی نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حدیثیں تیار کیا کرتا تھا۔''

تاہم بعض نے اس کی توثیق بھی کیا ہے لیکن جرح تعدیل پر مقدہوتی ہے۔ امام احمد،بخاری، ابوحاتم،یحی بن معین اورنسائی ایسے ماہرین علم حدیث اورکاملین فن جروح وتعدیل کی یہ جرحیں یوں بے وزن نہیں بنائی جاسکتیں۔

وجہ دوم

اگرواقدی پرجرح نہ بھی ہوتی تب بھی یہ سند منقطع ہے۔ مؤرخ واقدی نے ''عن اصحابہ''کہہ کراپنے سے اوپر کی سند کویوں ہی گول کردیا ہے۔

ج ابو نعیم نے ایک اور سلسلہ کے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ جو یہ ہے کہ عبدالصمد بن محمد السعدی اپنے باپ سے اوروہ اپنے باپ سے اوروہ ایک شخص سے جو حضرت حلیمہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا بیان کرتے ہیں،یعنی یہ تمام سند مجہول ہے۔(سیرت النبی، ص:334،ج:3)

د ابن عساکراور بیہقی نے ایک اورسند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ واقعہ نقل کیا ہے، مگراس سند میں محمد بن زکریا الغلابی جھوٹااوروضاعی راوی ہے۔اس کا شمارقصہ گویوں میں ہے۔(سیرت النبی ص:232،ج:3)

ہ ابن عساکرنے شداد بن اوس صحابی کے واسطے سے ایک نہایت طویل داستان بیان کی ہے۔

البدایہ والنہایہ ص:276،ج:2میں اس داستان کی طرف اشارہ کیاگیا ہے جس میں مذکورہے کہ قبیلہ بنی عامر کے ایک پیر مردنے خدمت نبوی میں حاضر ہوکر آپؐ سے ابتدائی حالات پوچھے۔ آپ نے پوراپوراحال بیان کردیا۔ منجملہ اکے ایک واقعہ پراپنے بچپن کا شق صدر کا بھی بیان کیا۔امام ابن عساکراس کو غربت یعنی ثقات راویوں کے خلاف کہتے ہیں۔

علاوہ ازیں اس سلسلہ سند میں ایک بے نام راوی ہے۔ اس سے اوپر ایک اور راوی ابوالعجفاء قابل اعتراض ہے جو شداد بن اوس صحابی سے اس قصہ کا سننا بیان کرتا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں :

"ابن سیرین عن ابی العجفاء عن ابیہ فی حدیثہ نظر "(تاریخ صغیر امام بخاری ص:13، طبع الہ آباد۔ میزان الاعتدال ص155ج4، ابوالعجفاء السلمی یقال اسمہ الھرم قال ابو

احمد الحاکم لمن حدیثہ بالغائم، میزان الاعتدال ص 55، ج 4۔''

''ابو عجفاء کا نام ہرم ہے ۔ ابو احمد حاکم نے کہا ہے کہ اس کی حدیث ٹھیک نہیں ہے ۔ ابو یعلیٰ اور ابن عساکر نے مکحول شامی کے واسطہ سے حضرت شداد بن اوس سے بعینہ اس واقعہ کو ایک اور سند کے ساتھ بیان کیا ہے جس میں کوئی مجہول راوی نہیں ہے ۔ تاہم مکحول اور شداد کے درمیان ایک راوی ساقط ہے ۔''

یعنی یہ سند منقطع ہے کیونکہ مکحول نے حضرت شداد کا زمانہ نہیں پایا۔ مکحول تدلیس میں بدنام تھے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ مکحول اور شداد کے درمیان یہی ابو عجفاء تھا ۔ مکحول نے اس کو ضعیف جان کر بیچ سے نکال باہر کیا۔ (سیرت النبی، ص: 335، ج: 3)

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتَاهُ جِبْرِيلُ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، فَأَخَذَهُ فَصَرَعَهُ، فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ، فَاسْتَخْرَجَ الْقَلْبَ، فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً، فَقَالَ: هَذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ، ثُمَّ غَسَلَهُ فِي طَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ لَأَمَهُ، ثُمَّ أَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ، وَجَاءَ الْغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ إِلَى أُمِّهِ يَعْنِي ظِئْرَهُ، فَقَالُوا: إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ، فَاسْتَقْبَلُوهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ"، قَالَ أَنَسٌ: وَكُنْتُ أَرَى أَثَرَ الْمِخْيَطِ فِي صَدْرِهِ.))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بچپنے میں جب بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو جبرئیل امین نے آکر آپ کو زمین پر چت لٹایا اور سینہ چاک کر کے آپ کا دل مبارک باہر نکالا اور پھر اس کے اندر سے جما ہوا کچھ خون نکالا اور کہا یہ آپ کے دل میں شیطان کا حصہ ہے ۔ پھر ایک طلائی طشتری میں آبِ زم زم سے آپ کے قلب مبارک کو غسل دیا اور پھر اس کو شگاف سے ملایا اور اس کی اصلی جگہ پر اسے رکھ دیا ۔اتنے میں دوسرے بچوں نے دوڑ کر آپ کی رضائی والدہ کو اطلاع دی کہ محمد قتل کر دیا گیا ہے تو انہوں نے آکر آپ کا اڑا ہوا رنگ دیکھا ۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے سینہ مبارک پر ٹانکوں کے نشان دیکھے ہیں ۔''

اس حدیث میں شق صدر کا ذکر ہے مگر شق صدر کی حکمت بیان نہیں کی گئی کہ شق صدر کی ضرورت کیوں پیش آئی ۔

چنانچہ اس کی حکمت حضرت انس ہی سے صحیح بخاری کی ذیل کی حدیث میں منقول ہے :

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَفَرَجَ صَدْرِي، ثُمَّ غَسَلَهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا، فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي، ثُمَّ أَطْبَقَهُ، الخ))

''حضرت انس بن مالک حضرت ابوذر سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ایک رات مکہ مکرمہ میں اپنے گھر محو خواب تھا کہ جبرئیل امین میرے گھر کی چھت پھاڑ کر میرے پاس تشریف لائے اور میرا سینہ چاک کیا، آبِ زمزم سے دھویا اور پھر ایمان و حکمت سے بھری ہوئی ایک طلائی طشتری میرے سینہ میں انڈیل دی اور پھر اسے بند کر دیا ۔''

حدیث اور سیرت کے دفاتر کو سرسری نظر سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر شق صدر کی کیفیت کوئی پانچ مرتبہ گزری ہے ۔ مگر صحیح یہ ہے کہ آپ کا شق صدر صرف دو مرتبہ ہوا ہے ۔ ایک دفعہ مائی حلیمہ سعدیہ کے پاس بچپن میں اور دوسری بار معراج کے موقع پر۔ باقی مواقع پر شق صدر والی روایات اصول روایت کے معیار پر پوری نہیں اترتیں ۔

ہم نے شق صدر سے متعلق قدرے تفصیل اس لیے لکھی ہے کہ قارئین کرام کو بھی پیش نگاہ رکھیں اور منکرین حدیث کے زاویہ فکر کی بھی پیمائش کریں تاکہ معلوم ہو کہ انکار حدیث کے پس منظر میں قرآن عزیز کی کون سی خدمت یہ لوگ کر رہے ہیں ؟

اب منکرین حدیث کے حضرت انس کی اس حدیث پر شق صدر پر اعتراضات مع جواب ملاحظہ فرمائیے :

اعتراض اول :

جب بچپن میں حضور ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو حضرت انس کہاں تھے؟ آپ ایک ایسے واقعہ کے عینی شاہد بنے ہوئے ہیں جو آپ کی پیدائش سے قریباً چھتیس برس پہلے ہوا تھا۔'' (دو اسلام ص: 75)

جواب اول :

بچپن میں شق صدر کی روایات حضرت انس کے علاوہ حضرت ابن عباس، شداد بن اوس، عتبہ بن عبد سلمی وغیرہ صحابہ کرام سے بھی مروی ہیں۔ جیسے کہ سنن دارمی، البدایہ والنہایہ، مجمع الزوائد، ابو یعلیٰ، ابن عساکر اور دوسری کتب میں منقول ہیں۔ اگرچہ روایات علی حدہ کچھ کمزور ہیں مگر جب ان کو حضرت انس کی اس صحیح حدیث کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو ان میں ایک گونہ قوت پیدا ہو جاتی ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

جواب ثانی

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعتراض صرف سرسری نظر کی پیداوار ہے۔ اگر حدیث انس کو بہ نظر امعان دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس صرف بچپنے میں شق صدر کا واقعہ بیان کر رہے ہیں نہ کہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ شق صدر کے اس موقع پر میں بھی آپ کے پاس موجود تھا۔ یعنی حضرت انس کا یہ دعویٰ ہرگز نہیں ہے کہ میں اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہوں۔ اور جس چیز کے عینی گواہ ہونے کا دعویٰ ہے وہ صرف یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک شق صدر کے موقع پر بھی موجود ہوں۔ رہا یہ سوال کہ حضرت انس سے بہ نفس نفیس بیان فرما دیا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت انس نے کسی دوسرے صحابی سے سنا ہو اور اس کا نام بغرض اختصار حذف کر دیا ہو۔ اصول حدیث میں ایسی حدیث کو ''مرسل صحابی'' کہتے ہیں اور حدیث مرسل صحابی بالاتفاق علماء (اصول حدیث کے لحاظ سے) حجت ہوتی ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے: نزہۃ النظر، تدریب الراوی، الفیہ عراقی، کفایۃ بغدادی اور مقدمہ ابن الصلاح)

اعتراض ثانی

دل کے دو حصے ہیں دل ایک پمپ ہے یہ صرف گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو ہاتھ اور پاؤں کی طرح لذت والم کا احساس نہیں کرتا۔ نہ ہی وہ خیر و شر کا محرک ہے۔ تمام افکار، جذبات، خیالات اور تصورات کا مرکز دماغ ہے، خیر و شر کی تحریک یہیں پیدا ہوتی ہے اور ارادے یہیں بنتے ہیں۔ اگر جبرئیل کا مقصد منبع شر کو مٹانا تھا تو دماغ کو چیرتا نہ کہ دل کو اور دماغ کا مسکن کھوپڑی ہے نہ کہ سینہ۔'' (دو اسلام، ص: 75: 76)

جواب دل انسانی جسم میں سرمایۂ حیات ہے۔ اگر کسی چوٹ کی وجہ سے دل کی حرکت بند ہو جائے تو فوراً موت واقع ہو جاتی ہے۔ (علم الابدان، ص: 192، بحوالہ تفہیم الاسلام مولانا مسعود احمد کراچی)

آئے دن اخبارات میں یہ خبریں آتی رہتی ہیں کہ فلاں صاحب حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا نہ ہوا ہے کہ حرکت قلب تو بند ہو گئی ہو، لیکن دماغ مسلسل مصروف کار رہا ہو اور بدستور رنج والم، راحت و سرور اور غصہ و گھبراہٹ کا احساس کرتا رہے۔ اور یہ بھی آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ دماغ فیل ہو چکا ہوتا ہے لیکن دل اپنے کام جاری رکھتا ہے۔

نام نہاد اہل قرآن اگر قرآن عزیز میں تدبر کرتے تو بات ان کی سمجھ میں آجاتی۔ قرآنی کریم میں بیسیوں مقامات پر یہ تصریح ہے کہ وحی الٰہی کا مہبط قلب ہے نہ کہ دماغ۔ چنانچہ سنئے اور غور فرمائیے:

مَن كانَ عَدُوًّا لِجِبريلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلىٰ قَلبِكَ بِإِذنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِما بَينَ يَدَيهِ وَهُدًى وَبُشرىٰ لِلمُؤمِنينَ 97 ... سورة البقرة

''جوجبرئیل کا دشمن ہے (وہ بے انصاف ہے) کیونکہ جبرئیل تو وہ ہے جس نے قرآن پاک آپ کے دل پر اللہ تعالی کے حکم سے نازل کیا ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام افکار وخیالات اور جذبات کا مرکز دل ہے نہ کہ دماغ۔ اگر ہوتا تو قرآن کا نزول دل پر نہ ہوتا بلکہ دماغ پر ہوتا۔ جب دل میں لذت و سرور اور رنج والم کا احساس ہی نہیں تو قرآن کا اس پر نزول چہ معنی دارد؟..... معترض صاحب کا اعتراض حدیث کے بجائے قرآن پر غور کرنا چاہیے تھا۔

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

''اللہ تعالی سینوں میں دبی باتوں کا جاننے والا ہے۔''

اور یہ ایسی آیت ہے کہ اس میں کوئی تاویل بھی نہیں ہوسکتی۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا ... سورة الأعراف ١٧٩

''ان کے پہلو میں دل ہیں لیکن وہ ان کے ذریعے سمجھتے نہیں۔''

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ افکار وجذبات اور جذبات واحساسات کا مرکز دل ہے دماغ نہیں۔ اور پھر اس دل کی جگہ بھی قرآن مجید نے بیان کردی ہے:

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ... سورة الحج ٤٦

''کیا انہوں نے زمین میں سیر وسیاحت نہیں کی جو ان کے دل ان باتوں کے سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان (واقعات) کو سن لیتے، بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے ہیں جو سینوں میں ہیں''

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ غوروفکر، لذت و راحت اور رخیالات وجذبات کا مرکز دل ہے جو سینے میں ہوتا ہے یعنی ان تباہ شدہ مکانات کے کھنڈر دیکھ کر کبھی انہوں نے غوروفکر نہ کیا نہ سچی بات ان کو کچھ آئی آنکھوں سے دیکھ کر دل سے غور نہ کیا تو وہ نہ دیکھنے کے برابر ہے۔ گو ظاہری آنکھیں کھلی ہوں لیکن دل کی آنکھی اندھی ہیں تو گویا کچھ بھی نہ دیکھا کہ سب سے زیادہ خطرناک اندھا پن وہی ہے جس میں دل اندھے ہوجائیں۔

وضاحت

پہلی آیت میں قلب سمعی دماغ تاویل کی جاسکتی تھی، مگر آخری تین آیات میں خصوصاً آخری میں اس کی تاویل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بہر حال ان آیات بینات سے معلوم ہوا کہ وحی الہی کا مہبط و مرکز انسان کا دل ہے، جو اس کے پہلو میں ہے نہ کہ دماغ جو اس کی کھوپڑی میں ہے، لہذا دل کا اپریشن ہی ضروری تھا، دماغ کو چیرنے کی ضرورت نہ تھی۔

ناصحا، اتنا تو سمجھ دل میں اپنے کہ ہم

لاکھ ناداں ہونگے تو کیا تجھ سے بھی ناداں ہونگے

ہر کسی کو والد کے نام سے پکارا جائے گا

گزشتہ شمارہ میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھا گیا تھا کہ قیامت کے روز ہر بچہ کو اس کے والد کے نام سے پکارا جائے گا، شمارہ ہذا میں مسئلہ مذکور مزید وضاحت سے پیش خدمت ہے۔

جن علماء کا موقف یہ ہے کہ قیامت کے روز ہر بچہ کو ماں کے نام سے پکارا جائے گا،اپنے دعویٰ کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں :

1۔ طبرانی میں ہے :

"عن ابن عباس ان اللہ یدعوا الناس یوم القیامۃ بامہاتھم ستر ا سنہ علی عبادہ"

’’کہ قیامت کے روز اللہ تعالی لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے بلائے گا تاکہ ولد الزنا لوگوں کی پردہ پوشی ہوسکے۔‘‘

مگر اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں : ’’سندہ ضعیف جدا‘‘ (عون المعبود ص442، ج4، فتح الباری ص464، ج10)

’’اس حدیث کی سند سخت ضعیف ہے۔‘‘

محقق علامہ حافظ ابن القیم نے سنن ابی داؤد کے حاشیہ پر اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔ جناب ملا علی قاری حنفی نے بھی اس حدیث کو باطل محض لکھا ہے۔ عبارت یہ ہے :

"ومن ذالک حدیث الناس یوم القیامۃ یدعون بامھتھم لا باباءھم ھو باطل" (فتح الباری، ص:464، ج10)

’’منجملہ موضوع احادیث میں سے یہ حدیث بھی موضوع ہے کہ قیامت کے روز لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام پر آواز دی جائے گی۔ یہ حدیث باطل ہے۔‘‘

جواب نمبر2 :.............. یہ ان صحیح احادیث کے خلاف ہے جو ابھی آگے بیان ہوں گی۔

جواب نمبر3 :.............. اس حدیث میں ’’امہاتہم‘‘ کے الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔ محمد بن کعب نے ’’بامہاتہم‘‘ کی جگہ ’’باماھم‘‘ نقل کیا ہے۔ بہر حال یہ حدیث اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ لوگوں کو قیامت کے دن ان کی ماؤں کے نام پر لایا جائے گا۔

دلیل نمبر2........... حضرت عیسیٰؑ چونکہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، لہذا قیامت کے روز ان کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر کسی کو ماں کے نام پر آواز دی جائے گی۔

اس دلیل کا جواب گزشتہ اشاعت میں دیا جاچکا ہے۔

دلیل نمبر3........... امام بغوی نے اس سلسلہ میں تیسری دلیل یہ لکھی ہے : ’’لشرف الحسن والحسین‘‘

کہ حضرت حسن اور حسین کی شرافت نسبی کے لحاظ کو مدنظر رکھ کر ہر آدمی کو قیامت کے دن اس کی ماں کے نام پر بلایا جائے گا۔ کیونکہ حضرت حسین کی شرافت سیدہ فاطمہ الزہراؓ کی مرہون منت ہے۔

جواب نمبر1...... یہ بات بالکل من گھڑت ہے کہ حضرت حسین کی شرافت محض فاطمہؓ کی مرہون منت ہے۔ حسین کی منقبت و عظمت میں جہاں حضرت فاطمہؓ کا حصہ ہے وہاں حضرت علی کی پدرانہ نسبت برابر کی شریکہ ہے۔ علاوہ ازیں خود ان کے تقویٰ و طہارت کو نظر انداز کرنا بھی کچھ درست نہیں۔

جواب نمبر2.............. امام بغوی کی یہ دلیل خود ان کی اپنی تجویز کردہ ہے جو سراسر عقیدت کی آئینہ دار ہے اور کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

جواب نمبر3........مزید برآں یہ بات صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح حدیث کے خلاف ہے جو آگے آرہی ہے۔

دلیل نمبر4..........اس موقف کی تائید میں آخری بات یہ کہی جاتی ہے کہ والدہ کے نام پر لوگوں کو اس لیے آواز دی جائے گی تاکہ حرامی بچے ذلت و رسوائی سے محفوظ رہ سکیں۔ (معالم التنزیل)

جواب زنا سے پیدا ہونے والے بچوں کی فضیحت اور رسوائی مطلوب نہیں بلکہ ان لوگوں کی تعریف اور امتیاز مطلوب ہے اور ظاہر بات ہے کہ آدمی کی جتنی پہچان اس کے والد کے نام سے ہوتی ہے، اتنی ماں کے نام کے ذریعہ ہرگز نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں باپوں کے نام پر بلانے پر اگر فضیحت اور ذلت ہوگی تو زانی اور مزنیہ کی ہوگی۔ جنہوں نے یہ نابکاری کی ہوگی۔ اس نابکاری کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بچوں کا کیا قصور ہے کہ انہیں مورد فضیحت والزام گردانا جائے؟ اور پھر یہ بات ''الولد للفراش وللعاہر الحجر''

کہ بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے فراش پر پیدا ہو، اور زانی کے لیے پتھر ہے۔'' کے بھی خلاف ہے۔

جواب نمبر2..........یہ بات بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی صریح حدیث کے خلاف ہے کہ قیامت کے دن ہر کسی کو اس کے باپ کے نام پر پکارا جائے گا۔ اور یہ اپنے اندر اتنا دم خم بھی نہیں رکھتی کہ اسے متنازعہ مسئلہ میں دلیل ٹھہرایا جاسکے۔

صحیح موقف اور اس کے دلائل

ازروئے صحیح احادیث صحیح یہ ہے کہ ہر بچے کو اس کے باپ کے نام پر بلایا جائے گا، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْغَادِرَ یُرْفَعُ لَہُ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُقَالُ ہٰذِہِ غَدْرَۃُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ (صحیح البخاری: ص912، ج2)

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بدعہد اور بے وفا آدمی کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری اور بدعہدی ہے۔'' کہ ''اس کے لیے جھنڈا کھڑا کیا جائے گا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی کو اس کے باپ کے نام پر پکارا جائے گا کہ دنیا میں وہ جس طرف منسوب تھا کیونکہ اس حدیث میں ''فلاں بن فلاں'' ہے، ''فلاں بن فلانۃ'' نہیں۔ اور ''فلاں'' مذکور ہے اور اس کی مؤنث ''فلانۃ'' ہوتی ہے۔

چنانچہ محدث ابن بطال فرماتے ہیں:

"فی ہذا الحدیث رد القول من زعم انہم لا یدعون الا بامہتم سترا علی آبائہم (فتح الباری، ص: 464، ج: 10)

''اس حدیث میں ان لوگوں کی تردید ہے جو یہ کہتے ہیں کہ باپوں کی ستر پوشی کے مدنظر لوگوں کو قیامت کے روز ان کی ماؤں کے نام پر آواز دی جائے گی۔''

اور باپ کے نام پر بہ نسبت ماں کے نام پر بلانے کی زیادہ تمیز اور پہچان ہوتی ہے۔ چنانچہ محدث ابن بطال لکھتے ہیں:

"والدعاء بالآباء اشد فی التعریف، وابلغ فی التمیز وفی الحدیث جواز الحکم بظھر الامور". (فتح الباری، ص: 464، ج: 10)

''کیونکہ ندا سے مراد تعریف اور تمیز مراد ہے اور بہ نسبت ماؤں کے، باپوں کے نام پر بلایا جانا پہچان اور تمیز کے لیے زیادہ موزوں ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت میں باطن پر نہیں، بلکہ کسی کی ظاہری حالت میں حکم لگانا جائز ہے۔

حدیث نمبر 2 :

أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ قَالَ أَبُو دَاوُد ابْنُ أَبِي زَكَرِيَّا لَمْ يُدْرِكْ أَبَا الدَّرْدَاءِ (عون المعبود شرح ابی داؤد، ص: 442، ج: 4، فتح الباری، ص: 476، ج: 10)

''حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز تم سب کو تمہارے اور تمہارے باپوں کے نام پر پکارا جائے گا، اس لیے اپنے اچھے اچھے نام رکھا کرو۔''

امام ابوداؤد اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو منقطع قرار دیا ہے۔ تاہم حافظ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو: فتح الباری ص: 476، ج: 10۔ اخرجہ ابوداؤد وصحہ ابن حبان۔ کہ ''اس حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔''

بہر حال ان احادیث صحیحہ کے پیش نظر صحیح یہ ہے کہ ہر کسی کو قیامت کے دن اس کے باپ کے نام پر آواز دی جائے گی اور ماں کے نام پر بلائے جانے والی حدیث منکر، ضعیف بلکہ بقول ملا علی قاری حنفی موضوع ہے۔ علامہ علقمی وغیرہ نے ان حدیثوں میں تطبیق دینے کی کوشش بھی کی ہے کہ بعض کو ماں کے نام پر اور بعض کو ان کے باپوں کے نام پر آواز دی جائے گی۔ بہر حال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ صحیح حدیث اور حافظ ابن قیم کی تحقیق کے مطابق ہمارے نزدیک یہی صحیح ہے کہ سوائے حضرت عیسیٰ کے باقی سب کو ان کے باپوں کے نام پر بلایا جائے گا۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص189

محدث فتویٰ